فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ

(پھر اگر وہ [شوہر] اسے [تیسری] طلاق دے دے تو اسکے بعد وہ [عورت] اسکے لیے حلال نہیں یہاں تک کہ وہ اسکے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کرے۔)

★ یہاں اِنْ لفظ آیا ہے۔ اِذا نہیں آیا ہے۔ اِنْ اور اِذا دونوں شرطیہ (Conditional) الفاظ ہیں۔

اِن (اگر)	اِذا (جب)
1) یہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی چیز ہونے کے بہت کم امکان ہوتے ہیں یا اسکے ہونے کی امید نہ ہو۔	1) یہ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کسی چیز کے ہونے کے زیادہ امکانات ہوتے ہیں یا اسکے ہونے کی امید ہوتی ہے۔
2) اس میں Pessimism (مایوسی) ہوتی ہے۔ (منفی) مثلاً الاعراف: 143 ← …اُنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ… اس پہاڑ کی طرف دیکھ۔ اگر یہ اپنی جگہ پر برقرار رہا تو پھر تم مجھے دیکھ سکوگے۔ یہاں اللہ نے اِن (اگر) کہا کیونکہ اسکی امید بھی نہیں اور امکان بھی نہیں۔	2) اس میں Optimism (بڑا امید) ہوتا ہے۔ (مثبت) مثلاً البقرۃ 186 وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اور جب میرے بندے آپ سے میرے بارے میں سوال کریں تو (آپ کہہ دیں) میں یقیناً قریب ہوں۔ یہاں اللہ نے اِنْ (اگر) نہیں کہا بلکہ اِذا (جب) کہا کیونکہ اس میں بڑا امید (Optimism) ہے۔

اِسے ایک آسان مثال سے سمجھیے: جب کسی کا بیٹا فوجی ہو اور جنگ میں چلا گیا تو ماں کہتی ہے کہ "جب میرا بیٹا واپس آئیگا تب میں بہت خوش ہوگی"۔ اِس میں امید ہوتی ہے کہ بیٹا واپس آئیگا۔ ماں یہ نہیں کہتی کہ "اگر میرا بیٹا واپس آگیا تو میں بہت خوش ہوگی" کیونکہ اسطرح کہنے میں امید نہیں ہوتی۔ اِسی لیے اگر کوئی چاہتا ہے کہ وہ چیز نہ ہو تو وہ اِنْ (اگر) استعمال کرتا ہے۔ اور اگر کوئی دل میں چاہتا ہے کہ وہ چیز ہو جائے تو وہ اِذا (جب) استعمال کرتا ہے۔

ایک اور مثال: المائدۃ: 6 ← يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ ….. وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا… اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہونے لگو تو اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو ….. اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کرلو…

اِس آیت میں اللہ نے کہا فَاِنْ طَلَّقَهَا یعنی اِنْ کہہ کر اشارہ دیا گیا کہ اللہ نہیں چاہتا کہ یہ رشتہ ختم ہو۔ بہرحال
اب تیسری طلاق کے بعد وہ بیوی اسکے لیے حلال نہیں ہوسکتی۔ یعنی شوہر اب رجوع نہیں کرسکتا اور نہ ہی عدت کے بعد شادی کرسکتا ہے۔ کیونکہ یہ طلاقِ بائن (جدا کرنے والی) ہے۔
ہاں! ایک صورت میں شوہر اس بیوی سے شادی کرسکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر بیوی کی کسی اور مرد سے شادی ہوتی ہے۔ اسکے ساتھ ہمبستری بھی ہوئی۔ پھر کچھ دنوں بعد یا تو اس دوسرے شوہر کی وفات ہوگئی یا اس شوہر سے بن نہ ہونے کی وجہ سے طلاق یا خلع ہوگئی۔ پھر عدت ختم ہونے کے بعد پہلا شوہر اس سے شادی کرسکتا ہے۔ یہ چیز اتفاقاً ہونا چاہیے۔ پلان کرکے نہ ہو۔ یعنی حلالہ نہ ہو۔ شریعت میں حلالہ کرنا حرام ہے۔

ابوداؤد: ← نبی ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ حلالہ کرنے اور حلالہ کروانے والے پر لعنت کرے"۔
"لَعَنَ اللّٰهُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَهٗ"

اَلْمُحَلِّل ← وہ شخص جو حلالہ کرتا ہے تاکہ بیوی اپنے شوہر کے لیے حلال ہوجائے۔
اَلْمُحَلَّلُ لَهٗ ← جس کے لیے حلالہ کیا جاتا ہے۔ یعنی اسکا پہلا شوہر۔

ابن ماجہ (حسن): ← نبی ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں کرایے کے سانڈ کے متعلق نہ بتاؤں؟ صحابہؓ نے عرض کیا "کیوں نہیں! اے اللہ کے رسول ﷺ آپ ضرور بتائیں"۔ تو رسول ﷺ نے فرمایا "وہ حلالہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ حلالہ کرنے اور حلالہ کروانے والے پر لعنت کرے"۔

مصنف عبدالرزاق: ← عمر بن خطابؓ فرمایا کرتے تھے "اللہ کی قسم میرے پاس جو حلالہ کرنے اور حلالہ کروانے والا لایا گیا تو میں ان دونوں کو رجم کردونگا"۔

حلالہ میں عورت کو بسانے کی نیت نہیں ہوتی۔ اِس میں نکاح اسلیے کیا جاتا ہے کہ ساتھ نہیں رہنا۔ ایک یا دو راتوں کے بعد طلاق لی جاتی ہے۔ اور اگر طلاق نہ دے تو جبراً طلاق لی جاتی ہے۔ نیت تو غلط ہوتی ہی ہے ساتھ ہی مقصد بھی غلط ہوتے ہیں۔ نکاح میں مقصد بچے پیدا کرنا، ذمہ داریاں سنبھالنا.. جبکہ حلالہ کا مقصد پہلے شوہر سے نکاح کرنے کے خاطر حلال ہونا۔ نکاح میں عورت سے اجازت لی جاتی ہے جو لازم ہے۔ جبکہ حلالہ میں رضامندی نہیں ہوتی۔ پہلا شوہر ہی زبردستی کسی اور سے ایک رات کے لیے نکاح کرواتا ہے پھر طلاق دلواتا ہے۔ یہ ظلم اور جبر ہے عورت پر۔ نکاح میں مہر دیا جاتا ہے جو فرض ہے جبکہ حلالہ میں مہر نہیں دیا جاتا۔ نکاح میں اعلان اور تشہیر ہوتی ہے جو مسنون ہے۔ جبکہ حلالہ چھپ چھپا کر کیا جاتا ہے۔ اِس میں کبھی کبھار ماں باپ کو تک پتہ نہیں چلتا۔ نکاح میں ولیمہ ہوتا ہے جو مسنون ہے۔ جبکہ حلالہ میں ولیمہ نہیں ہوتا۔ نکاح میں عزت کے ساتھ عورت کی رخصتی ہوتی ہے جبکہ حلالہ میں رخصتی کا کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ نکاح ایک خوشی کا موقع ہوتا ہے جبکہ حلالہ عورت کے لیے نہایت ہی تکلیف دہ موقع ہوتا ہے۔ نکاح کے بعد مبارکباد دینا مسنون ہے جبکہ حلالہ کے بعد کوئی مبارکباد نہیں دیتا۔ نکاح کے لیے عورت کو سجایا سنوارا جاتا ہے جبکہ حلالہ میں سجایا نہیں جاتا۔ نکاح میں خاندان والے اکٹھے ہوتے ہیں لیکن حلالہ میں کوئی نہیں ہوتا۔ نکاح کے بعد نان نفقہ مرد کے ذمہ ہوتا ہے جبکہ حلالہ میں اس مرد کو پیسہ دیا جاتا ہے۔ حلالہ میں صرف یہی خرابیاں نہیں بلکہ اور بھی کئی خرابیاں ہوتی ہیں۔ یہ سب خرابیاں ایک وقت میں تین طلاقیں دینے سے شروع ہوئی حالانکہ اسے ایک ہی طلاق سمجھا جائے۔ اگر مکروہ اور غلط طریقے سے طلاقیں دے تو بھی ہوگا۔ ورنہ حلالے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئیگی اگر کوئی سنت کے مطابق طلاق دے۔
ایک تو ایک عورت کے پہلے شوہر سے طلاق ہونے کے بعد ویسے بھی وہ صدمے میں ہوتی ہے پھر حلالہ کروا کر اور شدید صدمہ دیا جاتا ہے۔ عورت بھی اپنے بچوں کے خاطر یہ حرام کام کردیتی ہے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ

(پھر اگر وہ (دوسرا شوہر) بھی اسے طلاق دے دے تو ان دونوں [سابقہ میاں بیوی] پر کوئی گناہ نہیں کہ آپس میں رجوع کرلیں اگر وہ دونوں خیال کریں کہ اللہ کی حدیں قائم رکھ سکیں گے)

یہاں کہا جارہا ہے کہ اگر دوسرا شوہر اسے طلاق دے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ جب تم دوسرے شوہر کی اس سے طلاق دِلاؤ۔ بلکہ کہا کہ اگر دوسرا شوہر (کسی وجہ سے) اس عورت کو (خود) طلاق دے تو پھر ان دونوں یعنی سابقہ میاں بیوی پر کوئی گناہ نہیں کہ پھر وہ رجوع کرلیں۔ لیکن ہاں! یہ شرط ہے کہ نکاح سے پہلے دونوں کو پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ نکاح کے بعد وہ اللہ کے حدیں قائم رکھ سکیں گے یا نہیں۔ اگر دوبارہ لڑائی ہی کرنا ہے تو بہتر ہے کہ الگ ہی رہو۔ ہاں! اگر وہ دونوں سمجھتے ہیں کہ ہم دونوں اپنی ذمہ داریاں ادا کرسکتے ہیں اور اللہ کے حدود کا خیال رکھ سکتے ہیں تو وہ رجوع کرسکتے ہیں۔

وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ (اور یہ اللہ کی حدیں ہیں)

پچھلی آیت میں بھی یہ بات کہی گئی۔ اب مزید تاکید کے لیے دوبارہ یہاں بھی کہا جارہا ہے۔ تاکہ انسان نکاح اور طلاق کے معاملات میں بھی اللہ کے حدود کو قائم رکھے۔ اس سے آگے نہ بڑھے۔ اللہ کا خوف اگر انسان میں ہوگا تو وہ کبھی غلط کام نہیں کریگا۔

يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ (وہ جاننے والوں کے لیے وہ بیان [واضح] کرتا ہے)

جو بھی اللہ کے حدود کو معلوم کرنا چاہتے ہیں، انکے لیے اللہ واضح کرتا ہے۔ یہاں یہ نہیں کہا "لِقَوْمٍ عَالِمِيْن" (عالم قوم / جاننے والی قوم) بلکہ کہا "لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ" جس کا مطلب یہ ہے کہ جو سچ میں معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ قوم جو علم رکھتی ہیں یعنی علماء۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی قوم یا گروپ جو جاننا چاہتی ہے، جو سیکھنے کی کوشش کرتی ہے۔